AUSTRALIAN JOURNAL OF HUMANITIES AND ISLAMIC STUDIES RESEARCH (AJHISR)
Vol.3, Issue 1, Jan-17 to Jun-17

URDU – IMAM TIRMIDHI'S PRINCIPLES AND METHODOLOGY IN THE DERIVATION OF JURISPRUDENTIAL RULINGS

استنباطِ مسائل میں امام ترمذیؒ کے فقہی اصول و ترجیحات - URDU

Saima Malik
PhD Research Scholar, Department of Islamic Studies and Arabic, Govt College University-Faisalabad, Pakistan

Dr. Muhammad Hamid Raza
Assistant Professor, Department of Islamic Studies and Arabic, Govt College University-Faisalabad, Pakistan

ABSTRACT:

There are different views about the fiqhī status of Imam Tirmzī. Some ulema claimed to associate him with Imām Shaf'iī, and believed that he was one of his follower, while others related him to Imām Ahmad and Ishāq while considering him to be a mujtahid muntasib to them. To some scholars, he was a mujtahid mutlaq, whereas others believe that he was affirmed with ahl-ul-hadīs and convinced about their methodology, and statements. By analyzing the *Jam'e* of Imām Tirmidhī, we see his personality emerging as a mujtahid mutlaq. It is evident that in his *Jam'e*, he has collected Ahādes-al-Ahkām keeping in focus the fiqhī principles and priorities. Some of these fiqhī principles include utilizing the nusūs al Qurānī and Sunnah of the messenger of Allah ﷺ, consideration towards health or strength of asnād, kasrat al wujūh, ta'amul al-fuqahā al-ummat, ta'amul and opinion of aqrab ilal hadīs, ta'amal and the opinions of companions of the prophet ﷺ. He has also used a combination of these principles in his jurisprudential interpretation and analysis. The description of these fiqhī principles along with their examples from Abwābul tahārah to Abwābul janāiz from the *Jam'e* are explored in this article.

Keywords: Nas-e-qurani,Sehat-e-snad,Turq-e-adedah/ kasrat-e-wujuh,Sunnat,Ta'amul-o-Aqwal-e-ummat.

امام ترمذیؒ اُن اکابر ائمہ ء میں سے ہیں جنھیں میدانِ علم میں ایک محدث کی حیثیت سے جانا جاتا ہے۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ وہ ماہرِ حدیث ہونے کے ساتھ ساتھ ایک بلند پایہ فقیہ بھی تھے۔ کیونکہ انھوں نے نہایت لطافت و نفاست، خوبصورتی کے ساتھ اپنی حدیثی تالیف، ''جامع'' کو فقہی ذوق ورنگ کے ساتھ پیش کیا۔اور احادیثِ احکام کی تجمیع پر قناعت کی بجائے اُن میں مخفی خزائن و معارف سے عوام الناس کو بہرہ ور کرنے کو بھی ہدفِ تالیف بنایا۔یہی وجہ ہے کہ اُن کی تالیف پر ''جامع'' اور ''سنن'' دونوں کا اطلاق ہوتا ہے۔دیگر اکابر محدثین و فقہاء کی مانند امام ترمذیؒ نے بھی ''فقہ الحدیث'' کے میدان میں ایک تصنیفی اضافہ فرمایا اور اپنی ''جامع'' میں استنباطِ احکام و مسائل کے ضمن میں کچھ فقہی ترجیحی اصولوں کو ملحوظ رکھا۔ وہ

تمام ترجیحات اور اُن ترجیحات کی توضیح و ترجمانی کی غرض سے ''**ابواب الطهارة تا ابواب الجنائز**'' کے تناظر میں چند نظائر و امثلہ کا بیان حسبِ ذیل ہے:

۱۔ ''نص قرآنی'' سے استدلال کو ترجیح

امام ترمذیؒ اخذ احکام میں سب سے پہلے شریعت اسلامیہ کے مرجعِ اوّل اور اصل الاصول قرآن حکیم سے استفادہ کرتے ہیں۔ اور اگر کسی فقہی مسئلہ سے متعلق نصوص قرآن و سنت دونوں کا علم ہو تو وہ ''نص قرآنی'' سے استدلال کو مقدم رکھتے ہیں۔ جبکہ نصوص سنت کی جانب اپنے تالیفی اسلوب، ''**وفی الباب**'' کے ذریعے اس باب یا اس باب کے نفسِ مضمون سے متعلق دیگر مروی احادیث کی جانب اشارۃً متوجہ فرما دیتے ہیں۔ مثلاً وہ نسخ الکلام فی الصلوٰۃ کا مسئلہ ثابت کرتے ہیں اور اس سلسلے میں حضرت زید بن ارقمؓ سے مروی روایت سببِ نزول سے استدلال کرنے کے بعد باب ہذا سے متعلق حضرت ابن مسعودؓ اور معاویہ بن الحکمؓ سے مروی احادیث کی جانب ''**وفی الباب**'' کے ذریعے نشاندہی کر دیتے ہیں:

''عن زید بن ارقم قال: کنا نتکلم خلف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی الصلوٰۃ، یکلم الرجل منا صاحبہ الی جنبہ حتی نزلت (وقوموا للہ قانتین)(1) فامرنا بالسکوت ونہینا عن الکلام (قال): وفی الباب عن ابن مسعود ومعاویہ بن الحکم''(2)

(زید بن ارقمؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے نماز میں باتیں کرتے تھے۔ آدمی اپنے پہلو کے ساتھی سے بولتا تھا۔ یہاں تک کہ یہ آیت اُتری: وقوموا للہ قانتین۔ سو ہم کو چپ رہنے کا حکم ہوا اور بات کرنا منع ہو گیا۔ اور اس باب میں ابن مسعود اور معاویہ بن الحکم سے بھی روایت ہے۔)

۲۔ حدیث سے استدلال ''بصحتِ سند''

اگر کسی مسئلہ میں ''نص قرآنی'' کا علم نہ ہو تو امام ترمذیؒ حدیث سے استدلال کرتے ہیں اور انتخاب حدیث میں جن باتوں کو ملحوظ رکھتے ہیں، ''صحت سند'' اُن میں سے ایک ہے۔ علم حدیث میں سند کی حیثیتِ بلند مسلم ہے۔ جیسا کہ حضرت عبداللہ بن مبارکؒ کا قول ہے:

''الاسناد من الدین ولولا الاسناد لقال من شاء ماشاء''(3)

(اسناد دین کا حصہ ہیں اگر اسناد (ضروری) نہ ہوتیں تو کوئی بھی شخص جو چاہتا کہہ دیتا۔)

اسی طرح سفیان ثوری فرماتے ہیں:

''الاسناد سلاح المؤمن فاذا لم یکن معہ سلاح فبای شیء یقاتل؟''(4)

(اسناد مومن کا ہتھیار ہیں اور جب کسی کے پاس ہتھیار نہیں ہو گا تو وہ کس چیز سے لڑے گا)

امام صاحبؒ بھی سند کی اسی اہمیت و مقام کے پیش نظر انتخاب روایت کے لئے سب سے پہلے ''صحت سند'' کو جانچتے ہیں اور فقہی مسئلہ سے متعلق ایک باب کے تحت ذکر کی گئی احادیث احکام میں سے کسی حدیث کو اسناد کی عمدگی کی بناء پر کبھی صراحتاً اور کبھی کنایتاً ترجیح دیتے ہیں:

I۔ مثلاً تحریم و تحلیل صلوٰۃ کے حوالے سے ابی سعیدؓ سے مروی حسب ذیل روایت کو ذکر کرتے ہیں:

"عن ابی سعید قال، قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم "مفتاح الصلوٰۃ الطہور و تحریمہا التکبیر و تحلیلھا التسلیم "(5)

(ابی سعیدؓ سے روایت ہے۔ انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا طہارت نماز کی کنجی ہے۔ اس (نماز) کی تحریم، تکبیر ہے اور اس کی تحلیل، سلام پھیرنا ہے۔)

پھر "وفی الباب" کے ذریعے روایاتِ علیؓ و عائشہؓ کی جانب متوجہ فرمانے کے بعد لکھتے ہیں کہ اس باب میں صحت اور عمدگیٔ سند کے اعتبار سے روایت علیؓ بن ابی طالب، حدیث مذکورہ کے مقابلے میں مقدم و راجح ہے۔(6)

ii۔ "باب ماجاء فی کراہیۃ أن یخصّ الامام نفسہ بالدعاء" (اس بات کا بیان کہ امام کو فقط اپنے لئے دعا کرنا مکروہ ہے) کے اثبات کے لئے یزید بن شریح کی حدیث تحریر کرتے ہیں:

"عن ثوبان عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال: لایحل لأمریٔ أن ینظر فی جوف بیت امریٔ حتی یستأذن، فان نظر فقد دخل ولا یؤم قوما فیخص نفسہ بدعوۃ دونھم فان فعل فقد خانھم "(7)

(حضرت ثوبان سے روایت ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کسی شخص کے لئے حلال نہیں کہ وہ کسی کے گھر میں جھانکے جب تک اجازت نہ لے، پس اگر اس نے جھانک لیا تو گویا وہ اس کے گھر داخل ہو چکا (یعنی داخل ہونا بے اذن حرام ہے) اور نہ کوئی تم میں سے ایسا کرے کہ کسی قوم کی امامت کرے اور اسے چھوڑ کر اپنے ہی لئے دعا کو خاص کر لے۔ پس جس نے ایسا کیا اس نے اُن لوگوں سے خیانت کی۔)

اندراج روایت کے بعد فرماتے ہیں کہ باب ہذا سے متعلق یزید بن شریح سے ابو ہریرہؓ اور ابو امامہؓ کی مرویات بھی مذکور ہیں۔ لیکن حدیث یزید بن شریح، جو کہ ثوبان سے مروی ہے، کی اسناد عمدہ اور مشہور ہیں(8) گویا اس مقام پر امام صاحبؒ کنایتاً ترجیح فرما رہے ہیں۔

۳۔ "طرقِ عدیدہ"/ "کثرت وجوہ" کی بناء پر ترجیح روایت

امام ترمذیؒ نے اپنی تصنیف "العلل الصغیر" میں اِس بات کی صراحت فرمائی ہے کہ اگر کسی حدیث کی اسناد میں کوئی راوی متّہم بِالکذب نہ ہو، وہ حدیث شاذ نہ ہو اور اسی طرح بہت سی اسناد (طرقِ عدیدہ/ کثرتِ وجوہ) کے ساتھ مروی ہو تو ایسی روایت اُن کے نزدیک "حسن" کے درجہ میں آجاتی ہے۔(9) اسلیئے امام صاحب اپنی "سنن" میں کسی فقہی مسئلہ سے متعلق مذکور احادیث میں سے کسی روایت کو کثیر الأسناد ہونے کی بناء پر بھی أصح مانتے ہیں۔

i۔ اس اصولِ ترجیح کی مثال ابواب الطہارۃ کے آغاز ہی میں "باب ماجاء فی السواک" کے ذیل میں ملتی ہے۔ جس کو ثابت کرنے کے لئے امام ترمذیؒ حسب ذیل روایت ذکر کرتے ہیں:

"عن ابی ہریرۃ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم "لولا أن أشق علی امتی لأمرتھم بالسواک عند کل صلوٰۃ "(10)

(حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے۔انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر مجھے اپنی اُمت کی مشقت کا خیال نہ ہوتا تو میں ضرور اُن کو ہر نماز کے وقت مسواک کرنے کا حکم دیتا۔)

پھر فرماتے ہیں کہ اس باب میں حضرت ابو بکر، حضرت علی، حضرت عائشہ، حضرت ابن عباس رضوان اللہ علیہم اور دیگر کئی لوگوں سے روایات مروی ہیں۔ لیکن مذکورہ روایت ابوہریرہؓ اور زید بن خالدؓ کی سندوں سے مروی روایات ان کے نزدیک اُصح ہیں۔اور وجہِ ترجیح بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ حدیث ابوہریرہؓ کثیر الاَسناد ہے جبکہ حدیث ابی سلمہؓ، جو زید بن خالدؓ سے مروی ہے، امام بخاریؒ کے نزدیک راجح ہے۔(11)

ii۔ اسی طرح ابواب الحج میں اس اصول کی مثال موجود ہے۔ جس میں امام موصوفؒ "باب (ماجاء فی یوم الحج الاکبر)" قائم کرتے ہیں۔اور اس کے ذیل میں روایت علیؓ کو محمد ابن اسحاق کے طریق سے مرفوعاً کچھ اس انداز سے بیان کرتے ہیں:

"عن علی قال: سألت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن یوم الحج الاکبر فقال: "یوم النحر"(12)

(حضرت علیؓ سے روایت ہے۔انہوں نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ حج کا دن کون سا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نحر کا دن۔)

پھر فرماتے ہیں کہ اس روایت کو سفیان بن عیینہ اور کئی حافظانِ حدیث نے **"عن ابی اسحاق عن الحارث عن علی"** کے طریقِ موقوف سے بیان کیا ہے جو کہ اوّل الذکر طریقِ مرفوع کے مقابلے میں راجح اور اُصح ہے(13) یعنی اس مقام پر بھی وجہ ترجیح تعدّدِ طرق ہے۔ کیونکہ مصنفؒ کے نزدیک ابن عیینہ سمیت متعدد محدثین نے حدیثِ مذکورہ کو موقوفاً ہی بیان کیا۔

۴۔ "سنت" کو عمل صحابیؓ پر ترجیح

فقہی مسئلہ سے متعلق اگر کسی روایت میں عمل صحابیؓ سے سنت پر زیادتی ثابت ہو تو امام ترمذیؒ "سنت" کو عمل صحابیؓ کے مقابلے میں استحباباً مقدم رکھتے ہیں۔ مثلاً "باب ماجاء فی التلبیۃ" (تلبیہ کے بیان میں) کے اثبات کے لئے درج ذیل حدیث سے استدلال کرتے ہیں:

"عن ابن عمر قال: "کان تلبیۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم: لبیک اللھم لبیک، لبیک لاشریک لک لبیک ان الحمد والنعمۃ لک والملک لاشریک لک"(14)

(حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا لبیک پکارنا اس طرح سے ہے: یعنی لبیک سے اخیر تک۔)

اس کے بعد لکھتے ہیں کہ ابن عمرؓ ان الفاظ میں "لبیک والرغباء الیک والعمل" کا اضافہ فرماتے تھے۔اور امام شافعیؒ نے ابن عمرؓ کے عمل کی بناء پر، تعظیم الٰہی کے پیشِ نظر، تلبیہ کے مذکورہ الفاظِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں زیادتی کو جائز قرار دیا ہے جبکہ اُن کے نزدیک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے الفاظِ تلبیہ پر ہی اکتفاء کرنا مستحب ہے۔(15) اس مقام پر بطور استحباب امام ترمذیؒ کا ترجیحی رجحان ثابت ہو رہا ہے۔ جس سے تعاملِ صحابہؓ کی حجیت واتباع کی نفی ہر گز مقصود نہیں ہے بلکہ کسی فقہی مسئلہ سے متعلق اگر کوئی تکمیلی خلاء موجود ہو/کسی حدیث میں فقہی اعتبار سے اخفاء پایا جائے، کسی امر کے بارے میں حدیثِ رسول ﷺ میں صریح راہنمائی موجود نہ ہو، تو ان صورتوں میں صحابہ کرامؓ کے اعمال واقوال بجا طور پر حجت اور قابلِ اتباع ہوں گے۔ یہی وجہ ہے کہ امام ترمذیؒ نے نہ صرف تعامل واقوالِ صحابہؓ کو بطور مستدلات اپنی "جامع" میں ذکر کیا بلکہ ان مآخذ کے ذریعے وہ تکمیلِ اثباتِ مسئلہ

اور مسئلہ ثابتہ بالحدیث کے کسی نئے پہلو کی صراحت کا بھی التزام کرتے ہیں۔ کیونکہ صحابہ کرامؓ وہ ستارے ہیں جو آفتابِ سیرتِ محمدی ﷺ سے منوّر ہوئے۔

۵۔ "تعامل امت" کی بناء پر کسی حکم کو ترجیح

امام ترمذیؒ کسی روایت کی ترجیح کے سلسلے میں سب سے پہلے تو "صحت سند" اور "کثرت وجوہ" کا لحاظ رکھتے ہیں۔ لیکن اگر کسی مسئلہ میں کوئی روایت غیر محفوظ ہو اور کثرت اسناد کے باوجود بھی اُس پر کلام ہو تو وہ "تعامل فقہاءامت" کی بناء پر اس روایت کو قابل استدلال سمجھتے ہوئے "سنن" میں درج کرنے کا اہتمام فرماتے ہیں۔

I۔ مثلاً ابواب الصوم میں یہ ثابت کرنے کیلئے، کہ قصداً قے کرنا مفسدِ صوم ہے، درج ذیل حدیث سے استدلال کرتے ہیں:

"عن ابی ہریرۃ أن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال: "من ذرعہ القیء فلیس علیہ قضاء ومن استقاء عمداً فلیقض"(16)

(حضرت ابی ہریرہؓ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس کو روزے میں خود بخود قے آجائے تو اس کے اوپر قضاء واجب نہیں ہے۔ اور جس نے جان بوجھ کر قے کی تو وہ روزہ کی قضاء کرے۔)

بیانِ روایت کے بعد مصنفؒ نے امام بخاریؒ کے قول کے ذریعے اس کی عدم محفوظیت، اپنے قول سے اس کی غرابت اور کثرت وجوہ کے باوجود حدیث ابی ہریرہؓ کی اسناد کا صحیح اور درست نہ ہونا بیان کیا۔ لیکن ساتھ ہی انہوں نے اس روایت پر اہل علم کے عمل اور بالخصوص امام شافعی، احمد و اسحاق اور سفیان ثوری رحمہم اللہ علیہم اجمعین کے روایت مذکورہ کے مطابق مذہب کا ذکر کرتے ہوئے اپنے ترجیحی رجحان کی جانب متوجہ فرمایا۔(17)

☆ مختلف المتن روایات میں سے صحابہؓ کی معمول بہ روایت کو ترجیح

اسی طرح ایک مسئلہ سے متعلق اگر دو یا چند روایات مختلف المتن ہوں جن سے فقہی حکم میں تعارض واقع ہو تو امام صاحبؒ اس روایت اور اس سے ثابت شدہ حکم کو راجح گردانتے ہیں جس پر صحابہ کرامؓ کا عمل ہو۔

مثلاً ابواب الجنائز میں کفن مسنون کے حوالے سے دو روایات کا اندراج کرتے ہیں۔ اوّل الذکر حدیث عائشہؓ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو تین کپڑوں میں کفن دینے کا بیان ہے۔(18) جبکہ مؤخر الذکر روایت جابر بن عبداللہ سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا حمزہ بن عبدالمطلب کو ایک کپڑے میں کفن دینے کا جواز ملتا ہے۔(19) دونوں روایات کو رقم کرنے کے بعد امام ترمذیؒ حدیث عائشہؓ اور اس سے ثابت شدہ حکم کو (یعنی تین کپڑوں میں کفنانے کا حکم)، باب ہذا سے متعلق تمام روایات کے مقابلے میں تعاملِ صحابہؓ کی بناء پر ان الفاظ میں ترجیح دیتے ہیں:

"وقد روی فی کفن النبی صلی اللہ علیہ وسلم روایات مختلفۃ وحدیث عائشۃ أصح الأحادیث التی رویت فی کفن النبی صلی اللہ علیہ وسلم والعمل علی ہذا عند اکثر اہل العلم من اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم وغیرہم"(20)

(اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے کفن سے متعلق مختلف روایات ہیں اور حضرت عائشہؓ کی حدیث سب سے زیادہ صحیح ہے اور اکثر علماء صحابہؓ وغیر ہم کا عمل بھی اسی پر ہے۔)

☆مختلف السند روایات میں سے اہلِ علم کی معمول بہ روایت کو ترجیح

امام موصوفؒ کو کسی فقہی مسئلہ سے متعلق /ایک ہی مضمون کی مختلف السند روایات کا علم ہو تو اس صورت میں بھی وہ اہلِ علم کے عمل کی بناء پر کسی روایت کو اَصح قرار دے دیتے ہیں۔

جیسا کہ ابواب العیدین میں یہ مسئلہ ثابت کرنے کے لئے، کہ عید گاہ میں ایک راستے سے داخل ہو کر دوسرے سے باہر نکلا جائے، حدیث ابی ہریرۃؓ کو ذکر فرماتے ہیں:

"عن فلیح بن سلیمان عن سعید بن الحارث عن ابی ہریرۃ قال: کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا خرج یوم العید فی طریق رجع فی غیرہ"(21)

(حضرت ابی ہریرہؓ سے روایت ہے۔انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب عید کے دن عید گاہ کی طرف جانے کے لئے نکلتے تو عید گاہ میں ایک راستے سے جاتے اور دوسرے سے لوٹتے۔)

اس کے بعد لکھتے ہیں کہ یہ روایت "عن فلیح بن سلیمان عن سعید بن الحارث عن جابر بن عبداللہؓ" کے سلسلۂ سند سے بھی مروی ہے۔اور حکم ثابتہ پر اہل علم کا عمل حدیث جابرؓ کے تناظر میں ہی ہے۔اس بات کی تائید امام شافعیؒ کے قول سے بھی ملتی ہے۔سو اس بناء پر روایتِ جابر بن عبداللہ مقدم ہے۔(22)

٦۔(i) فقہی حکم میں اختلاف کی صورت میں "اقرب الی الحدیث" کو ترجیح

کسی مسئلہ میں اگر فقہاء صحابہؓ، تابعینؒ و مابعد التابعینؒ کی اکثریت کا عمل ورائے "اقرب الی الحدیث" ہو اور کسی ایک تابعیؒ سے اس کے متعارض کوئی قول/اثر مذکور ہو یا کچھ فقہاء تابعینؒ و مابعد التابعینؒ کی رائے اس کے خلاف ہو تو ان تمام صورتوں میں امام ترمذیؒ اس گروہ کے عمل ورائے کو ترجیح دیتے ہیں جو اقرب الی الحدیث ہو۔

I۔اس اصول کی مثال ابواب الصلوۃ میں ملتی ہے جس میں مصنفؒ خروج من المسجد بعد الأذان کی کراہیت کو ثابت کرنے کے لئے حسبِ ذیل روایت رقم کرتے ہیں:

"عن ابی الشعثاء قال: خرج رجل من المسجد بعد ما اذّن فیہ بالعصر، فقال ابو ہریرۃ: اما ہذا فقد عصی ابا القاسم"(23)

(ابی الشعثاء سے روایت ہے۔انہوں نے کہا کہ ایک مرد عصر کی اذان کے بعد مسجد سے نکلا۔ سو ابو ہریرہؓ نے اس شخص سے کہا تو نے بے شک ابو القاسم صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی کی۔)

ذکر روایت کے بعد فرماتے ہیں کہ صحابہؓ اور ان کے بعد کے علماء کا عمل ورائے اسی حدیث کے مطابق ہے۔ اور ان کے نزدیک خروج من المسجد محض عندالعذر جائز تھا۔ جیسے وضو یا کوئی امر ضروری ہو۔ جبکہ ابراہیم نخعیؒ کا قول ہے کہ آغازِ اقامت سے پہلے تک خروج جائز ہے۔ اس کے بعد امام ترمذیؒ اپنا ترجیحی قول ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ مسجد سے نکلنا اسی کے لئے جائز ہے جسے کوئی عذر در پیش ہو۔**(24)**

گویا واضح ہوا کہ صحابہؓ و مابعد کی اکثریت کا عمل حدیث الباب سے زیادہ اقرب اور مطابقت رکھتا تھا۔ اسی بناء پر امام صاحبؒ نے ان کے عمل و رائے کو ابراہیم نخعیؒ کے قول کے مقابلے میں مقدم رکھا۔ جیسا کہ مؤخر الذکر ان کی رائے اور الفاظ ترجمہ "باب ماجاء فی کراہیۃ الخروج من المسجد بعد الأذان" ان کے فقہی ترجیحی رجحان پر دلالت کرتے ہیں۔ یعنی ان کے نزدیک خروج من المسجد بعد الأذان مکروہ ہے۔ اور اس کا جواز فقط کوئی عذر لاحق ہونے کی صورت میں ہے۔

ii۔ اسی طرح ابواب الصوم میں "باب ماجاء فی الجنب یدرکہ الفجر وھو یرید الصوم" (اس بیان میں کہ جنب کو صبح ہو جائے اور وہ روزہ رکھنا چاہے) کے اثبات کے لئے درج ذیل حدیث ذکر کرتے ہیں:

"أخبرتنی عائشۃ وام سلمۃ زوجا النبی صلی اللہ علیہ وسلم أن النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان یدرکہ الفجر وھو جنب من اھلہ ثم یغتسل فیصوم"(25)

(حضرت عائشہؓ اور ام سلمہؓ، جو کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج ہیں، سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی ازواج سے صحبت کے بعد حالت جنابت میں صبح ہو جایا کرتی۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نہاتے اور روزہ رکھتے تھے۔)

مسئلہ ثابتہ بالحدیث سے متعلق فقہی اختلاف ذکر کرنے کے بعد مصنفؒ فرماتے ہیں کہ صحابہؓ کی اکثریت کا عمل اور سفیان، شافعی، احمد واسحاق رحمہم اللہ علیہم اجمعین جیسے اکابر فقہاء کی رائے حدیث بالا کے مطابق ہے۔ جبکہ کچھ تابعین کی رائے یہ ہے کہ اگر حالت جنابت میں صبح ہو جائے تو روزہ کی قضاء واجب ہے۔ اور بعد ازاں "والقول الاوّل أصح" کے الفاظ سے اثبات ترجیح پر توجہ فرماتے ہیں۔**(26)** یعنی اوّل الذکر عمل ورائے ان کے نزدیک اقرب الی السنہ کی بناء پر مقدم ہے۔

(ii) اختلافِ تفسیر "مشکل" میں "اقرب الی الحدیث و عمل و فتویٰ صحابیؓ" کی ترجیح کا اصول

اگر فقہی مسئلہ سے متعلق کسی حدیث میں کوئی "مشکل" لفظ ہو اور اس کی تفسیر میں فقہاءِ اُمت کا اختلاف ہو تو امام صاحبؒ اس رائے کو ترجیح دیتے ہیں جو "سنت" اور "عمل و فتویٰ صحابی" سے اقرب ہو۔ اور جو رائے ان مآخذ سے متعارض ہو اسے ترک کر دیتے ہیں۔ جیسا کہ "باب ماجاء فی التثویب فی الفجر" (فجر کی اذان میں تثویب کا بیان) کے ذیل میں روایت کا اندراج کچھ یوں کرتے ہیں:

"عن بلال قال: قال (لی) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: "لا تثوّبن فی شیء من الصلوات الا فی صلوۃ الفجر"(27)

(حضرت بلالؓ سے روایت ہے۔ انہوں نے کہا کہ مجھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کسی نماز میں تثویب نہ کرو سوائے نماز فجر کے۔)

اس روایت میں مذکور لفظ "تثوّبن" (تثویب) کی تفسیر میں مصنفؒ دو فقہی آراء ذکر کرتے ہیں۔ ابن مبارکؒ اور امام احمدؒ کے قول کے مطابق اس سے مراد اذانِ فجر میں **"الصلوٰۃ خیر من النوم"** کے الفاظ ہیں۔ جبکہ امام اسحاقؒ کے نزدیک نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد تثویب کو عوام الناس نے نئ

چیز کے طور پر نکالا کہ جب مؤذن اذان دے اور لوگ آنے میں دیر لگائیں تو اذان اور اقامت کے درمیان **"قد قامت الصلوٰۃ، حیّ علی الصلوٰۃ، حیّ علی الفلاح"** کے الفاظ ادا کئے جائیں جو کہ اہل علم کے نزدیک مکروہ ہے۔ اس اختلافی بحث کے بعد امام ترمذیؒ اوّل الذکر امام احمدؒ اور ابن مبارک کی رائے کو اَصح مانتے ہیں اور کہتے ہیں کہ عبداللہ بن عمرؓ کا عمل بھی یہی تھا کہ وہ اذان فجر میں "الصلوٰۃ خیر من النوم" کہتے تھے۔ علاوہ ازیں مجاہد سے روایت بیان کرتے ہیں کہ وہ عبداللہ بن عمرؓ کے ساتھ مسجد میں نماز پڑھنے کے لئے داخل ہوئے۔ اذان ہو چکی تو مؤذّن نے تثویب کی۔ سو عبداللہ بن عمرؓ مسجد سے باہر آئے اور مجاہد سے کہا اس بدعتی کے پاس سے نکلو۔ اور اس تثویب کو مکروہ کہا جو لوگوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نکالی۔(28) گویا امام موصوفؒ نے تثویب سے متعلق امام احمدؒ اور ابن مبارکؒ کی رائے کو راجح گردانا۔ کیونکہ حدیث الباب کے مطابق تثویب صرف اذانِ صبح میں جائز ہے (یعنی **"الصلوٰۃ خیر من النوم"** کے الفاظ کہنا) اور عبداللہ بن عمرؓ کا عمل و فتویٰ بھی اسی رائے پر دلالت کرتا ہے۔

۷۔" (i) اقوال فقہاءِ امت" کی بناء پر کسی حکم کو ترجیح

اگر کسی مسئلہ سے متعلق دو مختلف روایات کی بناء پر حکم ثابتہ کی شرعی حیثیت میں اختلاف واقع ہو تو امام موصوفؒ "اقوال فقہاء امت" کی بناء پر ترجیح کی جانب متوجہ ہوتے ہیں۔

I۔ مثلاً وضو قبل النوم للجنب ایک اختلافی مسئلہ ہے۔ بعض کے نزدیک یہ مباح ہے اور ان کی دلیل مصنف "باب ماجاء فی الجنب ینام قبل اَن یغتسل" (جنب کے بیان میں کہ بغیر نہائے سو رہے) کے ذیل میں اس طرح سے بیان کرتے ہیں:

"عن عائشۃ قالت: کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ینام وھو جنب ولا یمس ماء"(29)

(حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حالتِ جنابت میں سو جایا کرتے تھے اور پانی کو ہاتھ نہ لگاتے تھے۔)

جبکہ کچھ لوگوں کے نزدیک وضو قبل النوم للجنب واجب ہے۔ اور ان کی دلیل امام ترمذیؒ "باب ماجاء فی الوضوء للجنب اذا اَراد اَن ینام" (اس بیان میں کہ جنب جب سونے لگے تو وضو کرے) کے تحت ان الفاظ میں تحریر کرتے ہیں:

"عن عمر: انہ سأل النبی صلی اللہ علیہ وسلم اَینام احدنا وھو جنب؟ قال: "نعم، اذا توضأ"(30)

(حضرت عمرؓ سے روایت ہے۔ انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کیا ہم میں کوئی حالت جنابت میں سو جایا کرے؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں مگر جب وضو کرلے تب (سو جایا کرے۔))

اوّل الذکر روایت کی شرح بیان کرتے ہوئے مولانا محمد تقی عثمانی لکھتے ہیں کہ لفظ "ماء" وضو اور غسل دونوں کو شامل کرتا ہے۔ لہٰذا وضو قبل النوم للجنب کی اباحت ثابت ہو جائے گی۔(31) جبکہ مؤخر الذکر حدیث سے اس کی وجوبیت کا اثبات سامنے آتا ہے۔ اس کے بعد امام ترمذیؒ کے ترجیحی رجحان سے متعلق معلوم کرنے کی کوشش کی جائے تو واضح ہوتا ہے کہ وہ روایت عمرؓ اور اس سے ثابت شدہ حکم کے قائل ہیں۔ کیونکہ اس روایت کے اندراج کے بعد وہ لکھتے ہیں کہ مسئلہ ہذا سے متعلق عمارؓ، عائشہؓ، جابرؓ، ابی سعیدؓ اور ام سلمہؓ کی مرویات مذکور ہیں۔ لیکن حدیث عمرؓ اس باب میں مقدم اور

اَصح ہے۔اور وجہِ ترجیح بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ کئی صحابیوںؓ،تابعینؒ،اسی طرح سفیان ثوری،ابن مبارک،امام شافعی،امام احمد واسحاق رحمہم اللہ علیہم اجمعین کا یہی قول ہے کہ جنب کے لئے وضو قبل النوم واجب ہے۔(32)

(ii)اختلاف صحابہ رضوان اللہ علیہم کی صورت میں اس گروہ کی رائے اور دلیل کو ترجیح جس میں حضرت ابو بکرؓ و عمرؓ ہوں

اگر کسی مسئلہ میں صحابہ کرامؓ دو گروہوں میں بٹ جائیں تو ایسی صورت میں اس گروہ کی دلیل اور رائے کو اَصح سمجھتے ہیں جس میں حضرت ابو بکرؓ و عمرؓ موجود ہوں۔ جیسا کہ ماءالبحر کے طاہر ہونے اور اس سے وضو کرنے کا جواز درج ذیل حدیث سے ثابت کرتے ہیں:

''اباہریرۃ یقول:سأل رجل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انا نرکب البحر ونحمل معنا القلیل من الماء: فان توضأنا بہ عطشنا،افنتوضأ من (ماء) البحر۔ فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: ''ہو الطہور ماؤہ،الحل میتتہ''(33)

(ابوہریرہؓ فرماتے تھے کہ ایک آدمی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ ہم سمندر میں سوار ہوتے ہیں اور اپنے ساتھ تھوڑا سا پانی اٹھاتے ہیں ۔اگر وضو کریں اس سے تو پیاسے رہ جائیں تو کیا ہم سمندر کے پانی سے وضو کر لیا کریں؟ سو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس کا پانی پاک ہے اور مردہ حلال ہے۔)

بیان حدیث کے بعد امام صاحبؒ لکھتے ہیں کہ اکثر فقہاء صحابہؓ، جن میں حضرت ابو بکرؓ، حضرت عمرؓ اور حضرت ابن عباسؓ بھی شامل ہیں، ماءالبحر کے حوالے سے کوئی حرج نہیں سمجھتے۔(یعنی وہ طہور ماءالبحر اور وضو بماءالبحر کے قائل ہیں) جبکہ بعض صحابہؓ نے وضو بماءالبحر کو مکروہ کہا ہے۔ جن میں ابن عمرؓ، عبداللہ بن عمروؓ شامل ہیں۔اور عبداللہ بن عمروؓ نے کہا کہ (**ھو نار**) پانی تو آگ ہے(34)ابن عمرؓ اور عبداللہ بن عمروؓ کا مذہب جس روایت کے مطابق ہے وہ سنن ابی داؤد میں ان الفاظ میں موجود ہے:

''عن عبداللہ ابن عمرو قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: لا یرکب البحر الا حاج أو معتمر،أو غازٍ فی سبیل اللہ فان تحت البحر نارا و تحت النار بحرا''(35)

(عبداللہ بن عمروؓ سے روایت ہے۔انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کوئی سمندر میں سوار نہ ہو سوائے حج، عمرے یا جہاد کی نیت سے۔ کیونکہ سمندر کے نیچے آگ ہے اور آگ کے نیچے سمندر ہے۔)

امام ترمذیؒ کا اپنی ''سنن'' میں اس روایت کا استخراج نہ کرنا اور محض حدیث ابی ہریرۃؓ پر اکتفا کرنا اس جانب صریح اشارہ ہے کہ اُن کا ترجیحی رجحان حضرت ابو بکرؓ و عمرؓ کے گروہ کی دلیل اور رائے کی جانب ہے۔اسی طرح ان کا استنباط/الفاظِ ترجمہ ''باب ماجاء فی ماء البحر انہ طہور'' اس ترجیح کو تائید فراہم کر رہے ہیں۔یعنی ان کے نزدیک سمندر کا پانی طاہر ہے جس بناء پر وضو بماءالبحر بھی جائز ہے۔

۸۔حدیث اور حکمِ ثابت بالحدیث کو ایک سے زائد اصولوں کی بناء پر ترجیح

بعض اوقات امام ترمذیؒ کسی روایت اور اس سے ثابت شدہ حکم کو ایک سے زائد اصولوں کی بناء پر مقدم ٹھہراتے ہیں۔یعنی مختلف مقاماتِ سنن میں وہ محض ''صحت سند'' کے اصول کے ساتھ ساتھ ''صحت سند اور طرق عدیدہ''، ''صحت سند، طرق عدیدہ'' اور ''اجماع اُمت''، کبھی ''صحت سند'' اور ''تعامل اُمت'' کے اجتماعی اصولوں کی بناء پر، اسی طرح ''طرق عدیدہ'' پر قناعت کی بجائے ''طرق عدیدہ'' اور ''صحت متن''، ''طرقِ

عدیدہ'' اور '' تعامل اُمت، کبھی ''کثرت اسناد''، ''تعامل'' و''اقوالِ اُمت''، بعض اوقات ''تعامل''،''اقوالِ اُمت''،''نسخ'' کی بناء پر اور کبھی محض ''تعامل'' و''اقوالِ اُمت'' کے اصولوں سے استفادہ کرتے ہوئے اپنی فقہی ترجیحات کو ممکن بناتے ہیں۔ذیل میں امام صاحبؒ کے ترجیحی اصولوں سے مجموعی افادہ کی مذکورہ صورتیں مع امثلہ پیش کی جاتی ہیں:

☆''صحت سند''، ''طرق عدیدہ'' کی بناء پر ترجیح روایت

i۔ مثلاًابواب الجنائز میں '' باب کیف الصلوٰۃ علی المیت والشفاعۃ لہ''(نماز جنازہ کی کیفیت اور میت کے لئے شفاعت کرنے کے بیان میں) کے ذیل میں روایت بیان کرتے ہیں۔

''حدثناعبداللہ بن المبارک ویونس بن بکیر عن محمد بن اسحاق عن یزید بن ابی حبیب عن مرثد بن عبداللہ الیزنیؒ قال: کان مالک بن ہبیرۃ اذاصلی علی جنازۃ فتقال الناس علیہا جزاہم ثلاثۃ اجزاء ثم قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ''من صلی علیہ ثلاثۃ صفوف فقد أوجب''(36)

(مرثد بن عبداللہ الیزنی سے روایت ہے۔انہوں نے کہا کہ مالک بن ہبیرہ جب نمازِ جنازہ پڑھتے اور لوگ تھوڑے ہوتے توان کی تین صفیں کر دیتے۔پھر کہتے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس میت پر تین صفوں نے نماز پڑھی اس کے لئے جنت واجب ہوگئی۔)

پھر مسئلہ ہذا سے متعلق دیگر روایات کی جانب **''وفی الباب''** کے ذریعے اشارہ فرمانے کے بعد لکھتے ہیں کہ بہت سے لوگوں نے اس روایت کو محمد بن اسحاق سے طریق مذکورہ سے ایسا ہی روایت کیا۔لیکن ابراہیم بن سعد نے مرثد بن عبداللہ اور مالک بن ھبیرۃ کے بیچ میں ایک مجہول راوی کا اندراج کیا۔اس بناء پر درج بالا روایت ان کے نزدیک اُصح ہے۔(37)یعنی امام صاحبؒ کے نزدیک دیگر طرق میں رجل مجہول کا واسطہ مذکور نہیں ہے۔ گویا سلسلۂ مذکورہ کی صحت اور تعدد کی بناء پر اس مقام پر بھی ترجیحی فیصلہ درج کیا گیا۔

ii۔ اسی طرح '' باب ماجاء فی کراہیۃ الوطئ علی القبور والجلوس علیہا(والصلوٰۃ الیہا)''(اس بیان میں کہ قبروں پر چلنا، بیٹھنا اور نماز پڑھنا منع ہے) کوثابت کرنے کے لئے درج ذیل روایت سے استدلال کرتے ہیں:

''عن ابی مرثد الغنوی قال: قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم ''لا

تجلسوا علی القبور ولا تصلوا الیہا''(38)

(ابی مرثد غنوی سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قبروں پر نہ بیٹھو اور نہ ان کی طرف نماز پڑھو۔)

مصنفؒ نے روایت بالا کو **''عبداللہ بن المبارک عن عبدالرحمن بن یزید بن جابر عن بسر بن عبیداللہ عن ابی ادریس الخولانی عن واثلۃ بن الاَسقع عن ابی مرثد الغنوی''** کے طریق سے درج کیا۔ پھر ولید بن مسلم کے طریق سے ذکر کرنے کے بعد،اس کو عبداللہ بن مبارک کے بیان کردہ سلسلۂ سند کے مقابلے میں راجح قرار دیتے ہیں۔ کیونکہ امام ترمذیؒ اور امام بخاریؒ کی رائے کے مطابق عبداللہ بن مبارک خطافی السند کے مرتکب ہوئے۔انہوں نے بسر بن عبیداللہ اور واثلہ بن اسقع کے درمیان ابی ادریس الخولانی کا واسطہ ذکر کیا جو کہ زائد ہے۔اور ولید بن مسلم سمیت دیگر کئی رواۃ کے طریق میں یہ زیادتی یا اضافہ مذکور نہیں ہے۔(39)

ان تمام امثلہ سے بحیثیت مجموعی یہ معلوم ہوا کہ اگر کسی مسئلہ سے متعلق ایک روایت کی سند میں کسی مجہول راوی کا اندراج ہو یا کسی واسطہ (صحابی و غیر صحابی) کی زیادتی مذکور ہو تو امام ابی عیسیٰ اس کے بالمقابل دوسرے طریق سے ذکر کی گئی روایت کو مقدم رکھتے ہیں جس میں وہ زیادتی نہ ہو۔

☆"صحت سند"، "تعامل اُمت" کی بناء پر ترجیح

اس اصول کی بناء پر ترجیح کی مثال ابواب الصلوٰۃ میں ملتی ہے۔ جس میں دخول مسجد کے بعد دو رکعت نماز پڑھنے کا حکم اَخذ کرنے کے لئے حسب ذیل روایت کا اندراج کرتے ہیں:

"عن ابی قتادہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم "اذا جاء احدکم المسجد فلیرکع رکعتین قبل اَن یجلس"(40)

(ابی قتادہؓ سے روایت ہے۔ انہوں نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم میں سے کوئی آدمی مسجد میں آئے تو بیٹھنے سے پہلے دو رکعت نماز پڑھے۔)

بیانِ روایت کے بعد لکھتے ہیں کہ یہ حدیث سہیل بن ابی صالح کے طریق سے بھی مروی ہے جو کہ غیر محفوظ ہے۔ اسی طرح علی بن المدینی نے اسحاق بن ابراہیم کے واسطے سے فرمایا کہ حدیث سہیل بن ابی صالح خطا ہے۔ اور اس وجہ سے ابی عیسیٰ کے نزدیک یہ طریق مرجوح جبکہ حدیث ابی قتادہؓ اَصح ہے۔ کیونکہ یہ حدیث صحت کے اعتبار سے صحیح ہونے کے ساتھ ساتھ اصحابِ مصنفؒ کا معمول بہ ہے(41) اس بحث میں یہ اشارہ ملتا ہے کہ امام ترمذیؒ نے خطافی السند کے حوالے سے صراحت کے لئے علی بن المدینی کے قول سے بھی استفادہ کیا ہے۔

☆"طرق عدیدہ"، "صحت متن" کی بناء پر ترجیح

اس اصول کے تحت امام ترمذیؒ نے اغتسال للجنب قبل النوم کے عدم وجوب کا مسئلہ ثابت کرنے کے لئے حدیث ابی اسحاق سے استدلال کیا ہے:

"عن ابی اسحاق عن الاَسود عن عائشۃ قالت: کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ینام وہو جنب ولا یمس ماء"(42)

(حضرت عائشہؓ سے روایت ہے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حالتِ جنابت میں سو جایا کرتے تھے اور پانی کو ہاتھ نہ لگاتے تھے۔)

پھر فرماتے ہیں کہ روایت مذکورہ کو اکثر رواۃ نے **"عن الاَسود عن عائشۃ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم انہ کان یتوضاٗ قبل اَن ینام"** کے سند و متن کے ساتھ بیان کیا ہے۔ اور شعبہ، ثوری سمیت کتنے لوگوں نے یہ حدیث، ابی اسحاق سے روایت کرتے ہوئے گمان کیا کہ اس میں ابی اسحاق سے غلطی ہوئی ہے۔(43) مولانا محمد تقی عثمانی اس حدیث کی شرح بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ **"ولا یمس ماء"** کا جملہ صرف ابو اسحاق نے روایت کیا۔ ابراہیم نخعیؒ، شعبہ اور سفیان ثوری جیسے محدثین اسے روایت نہیں کرتے۔(44) اسی طرح صاحبِ "معارف السنن" بھی ابی اسحاق کے اس وہم و خطا پر محدثین کا اجماع نقل کرتے ہیں۔(45) ابی اسحاق کے اسی خطافی المتن کی بناء پر امام ترمذیؒ کے نزدیک ان کی روایت مرجوح جبکہ مؤخر الذکر راجح ہے کیونکہ اسے ثقہ راویوں سمیت کئی لوگوں نے انہی الفاظِ مذکورہ کے ساتھ بیان کیا۔

☆**"صحتِ سند"، طرق عدیدہ"، "اجماعِ امت" کی بناء پر ترجیح**

مثلاً ابواب الصلوٰۃ میں "باب ماجاء فی وضع الیدین و نصب القدمین فی السجود" (اس بیان میں کہ سجدے میں دونوں ہاتھ زمین پر رکھنا اور قدم کھڑے رہنے چاہئیں) کے ذیل میں حدیث وھیب کو ذکر کرتے ہیں:

"حدثنا وھیب عن محمد ابن عجلان عن محمد بن ابراھیم عن عامر ابن سعد (بن ابی وقاص)، عن ابیہ: أن النبی صلی اللہ علیہ وسلم أمر بوضع الیدین و نصب القدمین"(46)

(عامر بن سعد سے روایت ہے۔ وہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ سجدے میں دونوں ہاتھ زمین پر رکھے جائیں اور دونوں پاؤں کھڑے رکھے جائیں۔)

پھر روایت بالا کو مرسلاً بیان کرنے کے بعد لکھتے ہیں کہ اسے یحییٰ بن سعید القطان اور کئی دیگر رواۃ نے **"عن محمد بن عجلان، عن محمد بن ابراھیم عن عامر بن سعد"** کے سلسلہ سے عامر بن سعد کے باپ کا واسطہ ذکر کئے بغیر مرسلاً ہی روایت کیا۔ اس کے بعد انہوں نے اپنی رائے اور اہل علم کے اجماع کے ذریعے اس طریق کو، روایت وھیب کے مقابلے میں مقدم ٹھہرایا۔(47) گویا مصنفؒ کے نزدیک روایت بالا میں **"عن ابیہ"** کا واسطہ زائد ہے جو کہ دیگر طرقِ متعدد میں موجود نہیں۔ اور چونکہ "اجماعِ اُمت" بھی مؤخر الذکر طریق کے اَصح ہونے پر ہے۔ سو ان تینوں اصولوں کی بناء پر انہوں نے ترجیح کا تعین فرمایا۔

☆**"کثرت وجوہ"، "تعامل امت" کی بناء پر ترجیح**

جیسا کہ مسح رأس کے لئے ماءِ جدید کا حکم اَخذ کرنے کے لئے درج ذیل حدیث بیان کرتے ہیں:

"حدثنا عمرو بن الحارث عن حبان ابن واسع عن ابیہ عن عبداللہ ابن زید انہ رای النبی صلی اللہ علیہ وسلم توضأ وأنہ مسح رأسہ بماء غیر فضل یدیہ"(48)

(حضرت عبداللہ بن زید سے روایت ہے۔ انہوں نے دیکھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو کیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سر کا مسح اس پانی سے کیا جو دونوں ہاتھوں سے بچے ہوئے پانی کے سوا/علاوہ تھا۔)

مصنفؒ کے بقول یہ روایت **"ابن لھیعۃ عن حبان بن واسع عن ابیہ عن عبداللہ بن زید"** کے سلسلہ سے بھی مروی ہے۔ لیکن چونکہ حدیث عمرو بن الحارث کئی سندوں سے مروی ہے اور اس پر اہل علم کی اکثریت کا عمل بھی ہے۔ سو اس بناء پر یہ روایت، حدیث ابن لھیعۃ کے مقابلے میں راجح ہے۔(49)

☆**"تعامل اُمت"، "اقوال فقہاء اُمت" کی بناء پر ترجیحی فیصلے کا تعین**

مثلاً قرأۃ خلف الامام سے متعلق حدیث عبادہ بن صامت کو **"عن محمد بن اسحاق عن مکحول عن محمود بن الربیع عن عبادۃ بن الصامت قال..."** کے طریق سے بیان کرتے ہیں۔(50) پھر اسی روایت کو **"الزہری عن محمود بن الربیع عن عبادۃ بن الصامت عن النبی صلی اللہ علیہ**

وسلم"(51)کے سلسلہ سے ذکر کرنے کے بعد طریقِ زھری کو اوّل الذکر طریق کے مقابلے میں تعامل و اقوال فقہاءاُمت کی بناء پر کچھ اس طرح مقدم گردانتے ہیں:

"وہذا اُصح والعمل علی ہذا الحدیث فی القراءۃ خلف الامام عند اکثر اہل العلم من اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم والتابعین وہو قول مالک بن انس وابن المبارک والشافعی واحمد واسحاق: یرون القرأۃ خلف الامام"(52)

(اور یہ روایت (زہری) بہت صحیح ہے۔اور امام کے پیچھے قرآن پڑھنے کے باب میں اکثر علماء صحابہؓ اور تابعینؒ کا عمل اسی پر ہے اور مالک بن انس،ابن مبارک، شافعی، احمد اور اسحاق رحمہم اللہ علیہم کا بھی یہی قول ہے کہ امام کے پیچھے (قرآن) پڑھا جائے۔)

☆"تعامل اُمت"، "اقوالِ فقہاءاُمت"، "نسخ" کی بناپر ترجیح

مثلاً عدم قیام للجنازۃ کے اثبات کے لئے درج ذیل حدیث سے استدلال کرتے ہیں:

"عن علی بن ابی طالب انہ ذکر القیام فی الجنائز حتی توضع فقال علی: قام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ثم قعد"(53)

(حضرت علیؓ بن ابی طالب سے روایت ہے کہ کسی نے جنازہ دیکھ کر اس وقت تک کھڑا رہنے کا ذکر کیا جب تک جنازہ زمین پر نہ رکھا جائے تو حضرت علیؓ نے فرمایا پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوتے تھے پھر بیٹھنے لگے۔)

اندراجِ حدیث کے بعد فرماتے ہیں کہ باب ہذا سے متعلق مختلف تابعین سے چار روایات مروی ہیں۔لیکن اہل علم کا عمل حدیث علیؓ پر ہے۔ اور امام شافعیؒ کے نزدیک بھی یہ روایت اس باب میں اُصح ہے۔ علاوہ ازیں اُس حدیث کی ناسخ بھی ہے جس میں جنازہ دیکھ کر کھڑے ہونے کا حکم ہے **(اذا رأیتم الجنازۃ فقوموا)**(54)

☆"کثرت وجوہ"، "تعامل اُمت" اور "اقوال فقہاءاُمت" کی بناءپر ترجیح

مثلاً "باب ماجاء اذا اقیمت الصلوٰۃ فلا صلوٰۃ الا المکتوبۃ" (اس بیان میں کہ جب فرض نماز کی تکبیر ہو جائے تو سوائے فرض نماز کے کوئی نماز نہیں پڑھنی چاہئے) کے اثبات کے لئے حدیث ابی ہریرۃؓ سے استدلال کرتے ہیں:

"حدثنا زکریا بن اسحاق حدثنا عمرو بن دینار قال: سمعت عطاء بن یسار عن ابی ہریرۃ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم "اذا اقیمت الصلوٰۃ فلا صلوٰۃ الا المکتوبۃ"(55)

(حضرت ابی ہریرۃؓ سے روایت ہے۔انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب فرض نماز کی تکبیر ہو جائے تو اُس فرض نماز کے علاوہ کوئی اور نماز نہ پڑھی جائے۔)

اندراج روایت کے بعد امام موصوفؒ نے لکھا کہ اس حدیث کو حماد بن زید اور سفیان بن عیینہ نے عمرو بن دینار سے روایت تو کیا لیکن مرفوعاً بیان نہیں کیا ہے۔ جبکہ ان کے نزدیک حدیث مذکورہ جو کہ مرفوعاً مروی ہے، زیادہ صحیح اور راجح ہے۔ کیونکہ کئی سندوں سے یہ روایت مرفوعاً ہی مذکور

ہے،اصحابِ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا عمل اسی پر ہے اور سفیان ثوری،ابن مبارک، شافعی،احمد واسحاق رحمہم اللہ علیہم کا قول/مذہب بھی روایت بالا کے حکم کے مطابق ہے۔(56)یعنی روایت ابی ہریرۃؓ کثرتِ وجوہ، تعامل اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم اور کبار فقہاء کی تائیدِ قولی کی وجہ سے مقام ہذا پر مقدم ٹھہری۔

خلاصہ بحث

امام ترمذیؒ کی فقہی ترجیحات سے واضح ہوتا ہے کہ وہ بذاتِ خود مجتہد تھے۔اور دیگر مجتہدین کی مانند ان کے ہاں بھی فقہی ترجیح کے اصول موجود تھے۔جن کی روشنی میں انھوں نے مسائل کا استنباط کیا۔اور اخذِ احکام میں امام ترمذیؒ کا انفرادی طور پر ''صحت سند''، ''کثرتِ وجوہ''، ''تعامل'' اور ''اقوال اُمت'' کی بناء پر کسی حدیث و حکم حدیث کو ترجیح دینا اور ان تمام اصولوں کو بحیثیت مجموعی بھی اپنی ترجیحات کی تعیین کے لئے مد نظر رکھنا فقہی اعتبار سے ان کے عمیق النظر ہونے کا پتہ دیتا ہے۔اور واضح کرتا ہے کہ ہر مقام پر ترجیحی فیصلوں کے دوران اُن کا فہم وتدبر محض کسی ایک نکتے/اصول پر مرکوز نہیں رہا۔بلکہ مختلف فقہی اصولوں کے زاویوں سے احادیثِ احکام کو جانچتے ہوئے انہوں نے اثباتِ ترجیح کو ممکن بنایا۔

حوالہ جات

1- البقرہ:۲۳۸
2- ترمذی،امام، جامع،ابواب الصلوٰۃ، باب ماجاء فی نسخ الکلام فی الصلوٰۃ، رقم الحدیث ۴۰۵
3- مسلم بن الحجاج،امام، صحیح،ج۱،ص۱۵
4- ابن الاثیر، مجد الدین،ابوالسعادات، جامع الاصول فی احادیث الرسول،ج۱،بغیر ذکر المدینہ: مکتبہ دار البیان،۱۳۸۹ھ، ص۱۰۹
5- ترمذی،امام، جامع،ابواب الصلوٰۃ، باب ماجاء فی تحریم الصلوٰۃ و تحلیلہا، رقم۲۳۸
6- ایضاً، حدیث علیؓ بن ابی طالب کو مصنف نے ''ابواب الطہارۃ'' میں ''باب ماجاء أن مفتاح الصلوٰۃ الطہور'' کے ذیل میں بیان کیا ہے۔
7- ایضاً، باب ماجاء فی کراہیۃ أن یخص الامام نفسہ بالدعاء، رقم الحدیث ۳۵۷
8- ایضا
9- ترمذی،امام،العلل الصغیر، بیروت، داراحیاء التراث العربی، س ن،ج۱،ص۷۵۸
10- ترمذی،امام، جامع،ابواب الطہارۃ، باب ماجاء فی السواک، رقم الحدیث ۲۲
11- ایضًا
12- ایضاً،ابواب الحج، باب ماجاء فی یوم الحج الاکبر، رقم الحدیث ۹۵۷
13- ایضاً، رقم الحدیث ۹۵۸
14- ایضاً، باب ماجاء فی التلبیۃ، رقم الحدیث ۸۲۵
15- ایضاً
16- ایضاً،ابواب الصوم، باب ماجاء فی من استقاء عمدا، رقم الحدیث ۷۲۰
17- ایضاً
18- ایضاً،ابواب الجنائز، باب ماجاء فی کم کفن النبی صلی اللہ علیہ وسلم، رقم الحدیث ۹۹۶

19- ایضاً، رقم الحدیث ۹۹۷
20- ایضاً
21- ایضاً، ابواب العیدین، باب ماجاء فی خروج النبی صلی اللہ علیہ وسلم الی العید فی طریق ورجوعہ من طریق، رقم الحدیث ۵۴۱
22- ایضاً
23- ایضاً، ابواب الصلوٰۃ، باب ماجاء فی کراہیۃ الخروج من المسجد بعد الأذان، رقم الحدیث ۲۰۴
24- ایضاً
25- ایضاً، ابواب الصوم، باب ماجاء فی الجنب یدرکہ الفجر وھو یرید الصوم، رقم الحدیث ۷۷۹
26- ایضاً
27- ایضاً، ابواب الصلوٰۃ، باب ماجاء فی التثویب فی الفجر، رقم الحدیث ۱۹۸
28- ایضاً
29- ایضاً، ابواب الطھارۃ، باب ماجاء فی الجنب ینام قبل أن یغتسل، رقم الحدیث ۱۱۸
30- ایضاً، باب ماجاء فی الوضوء للجنب اذا أراد أن ینام، رقم الحدیث ۱۲۰
31- محمد تقی عثمانی، مولانا، درس ترمذی، ج ۱، ص ۳۶۷
32- ترمذی، امام، جامع، ابواب الطھارۃ، باب ماجاء فی الوضوء للجنب اذا أراد أن ینام، رقم الحدیث ۱۲۰
33- ایضاً، باب ماجاء فی ماء البحر انہ طھور، رقم الحدیث ۶۹
34- ایضاً
35- ابوداؤد، امام، سنن، کتاب الجہاد، باب فی رکوب البحر فی الغزو، رقم الحدیث ۲۴۸۹
36- ترمذی، امام، جامع، ابواب الجنائز، باب کیف الصلوٰۃ علی المیت والشفاعۃ لہ، رقم الحدیث ۱۰۲۸
37- ایضاً
38- ایضاً، باب ماجاء فی کراہیۃ الوطیٔ علی القبور والجلوس علیہا والصلوٰۃ الیہا، رقم الحدیث ۱۰۵۱
39- ایضاً
40- ایضاً، ابواب الصلوٰۃ، باب ماجاء اذا دخل احدکم المسجد فلیرکع رکعتین، رقم الحدیث ۳۱۶
41- ایضاً
42- ایضاً، ابواب الطھارۃ، باب ماجاء فی الجنب ینام قبل أن یغتسل، رقم الحدیث ۱۱۸
43- ایضاً، رقم الحدیث ۱۱۹
44- محمد تقی عثمانی، مولانا، درس ترمذی، ج ۱، ص ۳۶۸، ۳۶۷
45- بنوری، محمد یوسف، سید، معارف السنن شرح جامع الترمذی، ج ۱، ص ۳۹۳، ۳۹۲
46- ترمذی، امام، جامع، ابواب الصلوٰۃ، باب ماجاء فی وضع الیدین ونصب القدمین فی السجود، رقم الحدیث ۲۷۷
47- ایضاً، رقم الحدیث ۲۷۸
48- ایضاً، ابواب الطھارۃ، باب ماجاء انہ یاخذ لرأسہ ماء جدیداً، رقم الحدیث ۳۵
49- ایضاً
50- ایضاً، ابواب الصلوٰۃ، باب ماجاء فی القرأۃ خلف الامام، رقم الحدیث ۳۱۱
51- ایضاً

52- ایضاً

53- ایضاً، باب فی الرخصۃ فی ترک القیام لہا، رقم الحدیث ۱۰۴۴

54- ایضاً

55- ایضاً، باب ماجاء اذا اقیمت الصلوٰۃ فلا صلوٰۃ الا المکتوبۃ، رقم الحدیث ۴۲۱

56- ایضاً
